حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحؒ

کی اوّلین تربیّت گاہ

سرچشمۂ خیر و برکت، دادی امّاں مرحومہ کی مبارک گود، جس میں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ کی تربیت ہوئی

مرحومہ کے سانحۂ ارتحال ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ کے موقع پر مدیر "الحق" جناب مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ماہنامہ "الحق" میں ایک وقیع اور رُلا دینے والی ادارتی تحریر لکھی۔ جب دامن دادی امّاں مرحومہ کا ہو تو اس میں نشو و نما پانے والا بچہ کیوں نہ عظیم محدّث اور اپنے وقت کا مسلّم شیخ الحدیث قرار پائے۔ جناب مدیر "الحق" کی اس تحریر سے حضرت شیخ الحدیثؒ کے خانگی حالات، سیرت اور سوانح کے پس منظر، بعض مخفی گوشوں اور اہم ترین محرکات پر روشنی پڑتی ہے۔ اسلئے من و عن نذرِ قارئین ہے ——— (ادارہ)

فرصتِ غم کہاں زمانے میں
آج رولیں تیرے لیے دم بھر

۱۸ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۹۷۶ء بروز جمعۃ المبارک نمازِ جمعہ سے کچھ دیر قبل میری دادی صاحبہ مرحومہ و مغفورہ اور حضرت قبلہ والد بزرگوار شیخ الحدیثؒ کی والدہ ماجدہ قدس اللہ سرہا العزیز داصل بحق ہوگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ——— اور یوں ہم خیر و برکت کے اُس عظیم الشان سرچشمہ سے ظاہری طور پر محروم ہوگئے جس سے تقریباً پچاسی ۸۵ برس تک پورا خاندان مستفید ہوتا رہا۔

موت حق ہے اور سب کو جانا ہے، پھر مرحومہ کی عمر اور ضعف و نقاہت سب باتیں اسے ایک طبعی حادثہ بنا دیتی ہیں اور بظاہر یہ ایک ذاتی سانحہ ہے مگر درحقیقت دارالعلوم حقانیہ اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے تمام کاموں میں پس پردہ دادی صاحبہ مرحومہ کی پُرسوز، مسلسل اور شبانہ روز دعائیں جس انداز میں کارفرما تھیں اور جو مضبوط روحانی سہارا حاصل تھا، اس لحاظ سے یہ سانحہ صرف ایک گھرانے کے لیے نہیں بلکہ پورے ادارہ اور اس کی علمی و دینی سرگرمیوں اور دارالعلوم سے وابستہ ہزاروں لاکھوں فضلاء، متوسلین و محبین کے لیے باعثِ رنج و غم بن گیا۔ قارئینِ "الحق" اور متعلقین میں سے بہت سے کم حضرات کو اس وجود باجود کی موجودگی کا علم تھا اور جب وصال کا علم ہوا تو بہت سے اہل اللہ، علماء و صلحاء نے اس امر کا اظہار کیا کہ دارالعلوم کی ترقیات اور اس کے خدام کا دین کی سربلندی کے لیے حقیقی مساعی کا راز اب سمجھ میں آیا ہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے دارالعلوم کے اساتذہ اور طلبہ کے ایک تعزیتی اجتماع میں بر سبیلِ تذکرہ فرمایا کہ: "مجھے یقینِ کامل ہے کہ اس پسماندہ، بے آب و گیاہ سرزمین، وادی غیر ذی زرع میں دارالعلوم کا قیام اور دین کی اشاعت میری اس ضعیف والدہ ماجدہ کی سوز و تڑپ تعلق مع اللہ اور ہر لمحہ دعاؤں کا نتیجہ ہے"۔ ——— پس دادی صاحبہ مرحومہ کی جدائی بلاشبہ اس لحاظ سے بھی موجبِ غم ہے کہ اس پُرفتن و پُرآشوب دور میں دارالعلوم، اس سے وابستہ شعبے اور ادارے ایک بہت بڑی روحانی قوت سے (جو پسِ پردہ تھی) اور اس کی برکات اور دعاؤں سے محروم ہوگئے، اللہ تعالیٰ اس خلاء کو مرحومہ کے روحانی برکات و فیوضات سے پُر فرما دے۔

ہر شخص کو اپنے خاندان کے بزرگوں سے محبت اور عقیدت ہوتی ہے، مگر راقم الحروف جب ان تمام طبعی عوامل اور دواعی سے ہٹ کر بھی مرحومہ کی طویل زندگی پر نگاہ ڈالتا ہے تو ایمان و یقین، صبر و شکر اور عبدیت و فنائیت کے ایسے ایسے مظاہر ہیں اس پوری زندگی کو ڈوبا ہوا پاتا ہے جو ہر لحاظ سے ایک مومنِ کامل کی زندگی کہلائی جاسکتی ہے۔ اس عہدِ ظلمات میں جبکہ مردوں میں بھی ایمان و اعمال کے معیار پر پورے اترنے والے عنقاء ہیں دادی صاحبہ مرحومہ کی ذات میں ہمارے لیے ایک ایسی مومنہ قانتہ کی مثال موجود تھی کہ بلا مبالغہ ان کا کوئی لمحہ اور کوئی لحظہ یادِ خداوندی اور فکرِ آخرت سے خالی نہ رہتا، فرائض و سنن تو بڑی بات ہے نوافل و مستحبات اور اوراد و اذکار میں بھی شدت حرص اور انہماک و شغف کا عالم جب تک قویٰ نے مکمل جواب نہ دیا فرائض سے کم نہ تھا معمولی سے معمولی مسئلہ اور کسی شرعی حکم میں اتنا تصلب ہوتا کہ کسی کے کہنے پر بھی اپنی رائے میں لچک نہ پاتیں۔ عزیمت کا یہ حال کہ رخصت یعنی تیمم اور اشارہ سے یا بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی ہم بمشکل انہیں آمادہ کرسکتے۔ ایک مدتِ مدید سے رمضان المبارک میں اعتکاف کا شدت سے اہتمام فرماتیں، یہاں تک کہ گذشتہ سے پیوستہ

رمضان المبارک میں بھی اس سنّت کو پورا فرمایا جبکہ بیماری اور ضعف ونقاہت کی وجہ سے تمام تیماردار روزہ نہ رکھنے پر بھی مُصر تھے۔ اس سال بھی جب کہ استغراق اور نیم غنودگی کی وجہ سے دن اور رات کا امتیاز بھی مشکل ہوگیا تھا، رمضان المبارک کے روزے پورے کیے جبکہ جسم سانس لینے کا متحمل نہ تھا، مگر عین افطار کے وقت بھی بڑی مشکل سے روزہ کھولتیں اور یہ کھٹکا لگا رہتا کہ شاید یہ لوگ ترس کھا کر قبل از وقت میرا روزہ کھلواتے ہیں۔ قرآنِ کریم کا ایک معتدبہ حصہ بچپن سے ازبر تھا، ادعیہ مسنونہ کے کئی مجموعے گنج العرش وغیرہ طفولیت سے حفظ تھے، اذکار و اوراد کا ایک بڑا ذخیرہ ان کے دماغ میں تھا مگر اس کے باوجود نئی نئی دعاؤں اور اذکارِ مسنونہ کی تلاش میں رہتیں۔ اس ضمن میں کسی دعاؤں کی کتاب ہیں جبکہ اُن کی بینائی قائم تھی کوئی دعا یا وِرد یاد کیا تھا اور بعد میں اس سے کچھ بھول گئیں اور کتاب کا نام بھی حافظہ میں نہیں رہا تھا مگر پچھلے دس پندرہ سال میں ایک بار نہیں بار بار جب بھی موقع ملا اُس کتاب کی جلد وغیرہ کی نشانیاں بتلا بتلا کر مجھ سے تقاضا کرتیں کہ اُسے ڈھونڈ کر دعا کی تصحیح کرا دوں۔ یہی حال قرآنِ کریم کی نئی نئی سورتوں کے حفظ کرنے کا تھا، لیٹے لیٹے بھی زیادہ وقت قرآنِ کریم کی تلاوت اور ادعیہ مسنونہ اور ذکر اللہ میں گذرتا۔ اب جب کہ میں حافظہ پر زور دے کر اپنے عہدِ طفولیت کی یادوں کو دیکھتا ہوں تو کمرے میں دادی صاحبہ مرحومہ کو سحری کے وقت چکّی پیستے ہوئے پُرسوز اور مترنم لہجہ میں تلاوتِ قرآنِ کریم کی آواز کو اپنے کانوں میں آج بھی گونجتا ہُوا محسوس کرتا ہوں، چکّی کی آواز قرآنِ کریم کی تلاوت کے ساتھ ایک عجیب سماں باندھتی۔ وہ خود فرماتی تھیں کہ ہمیں ہمارے والد صاحبؒ تاکید کرتے تھے کہ صبح جب چکّی پیستی ہوتی ہے (اور اس زمانہ میں یہ سب کام خواتین کرتیں) تو بیکار خاموش رہنے کی بجائے قرآن کی تلاوت کرتے رہنا، اس طرح لطف بھی آئے گا اور تلاوت کی برکت اور لذت میں کام بھی آسان ہوگا۔ فرمائیں کہ اس طرح ہم وقتِ نماز تک ۶/۷ سیر گندم بھی پیس لیتیں اور تلاوت کا ثواب بھی حاصل ہوتا رہتا، پھر صبح صبح لسی وغیرہ بنانے سے بھی فارغ ہوجاتیں۔ بعد میں بھی خوش قسمتی سے دادی صاحبہ کا کمرہ میرے کمرہ سے متصل تھا، بیچ میں ایک دروازہ بھی تھا۔ پچھلے سال تک سردیوں کی طویل راتوں میں جب بھی میری اُدھر توجہ ہوجاتی تو دادی صاحبہ کی تلاوت، اللہ تعالیٰ سے مناجات، ذکر اللہ اور پشتو زبان کے عارفین شعراء رحمان بابا وغیرہ کی منظوم مناجات اور استغفار و تسبیحات کی ایک عجیب گونج سُنائی دیتی، رات بھر یہی شغل رہتا۔

> مجھے یہ یقینِ کامل ہے کہ اس پسماندہ بے آب وگیاہ سرزمین وادئ غیر ذی زرع میں دارالعلوم کا قیام اور دین کی اشاعت میری اس ضعیف والدہ ماجدہ کی سوز و تڑپ تعلق مع اللہ اور ہر لمحہ دعاؤں کا نتیجہ ہے

بالخصوص موت کے شدائد، جہنم سے پناہ، مرضیاتِ ربانی کے التجا کا عجیب عالم تھا۔ جب بھی ہم نے مزاج پرسی کی تو یہی کہا کہ یہ تو سب گذر جائے گا اُس دنیا کی بات کرو اور خاتمہ بالایمان کی دُعائیں مانگتیں۔ سکراتِ موت کا انہیں بے حد ڈر تھا مگر یہ مرحلہ ایسے گذرا کہ کسی کو محسوس بھی نہ ہُوا کہ سوگئیں ہیں یا وصال ہوگیا ہے، یہاں تک کہ ڈاکٹر نے وفات کے بعد یقین دلایا کہ وصال ہو چکا ہے۔

وفات کے لیے انہیں جمعہ کا دن بہت محبوب تھا، وہ فرماتیں کہ میری دادیؒ کا وصال یوم العرفہ کو صبح صادق سے قبل ہُوا تھا، والد مرحوم بھی جمعہ کو فوت ہوئے اور والدہ مرحومہ بھی عین اُس وقت جبکہ وہ تہجّد پڑھ رہی تھیں جمعہ کو فوت ہوئیں، مَیں بھی اللہ سے یہی دعا مانگتی ہوں۔ چنانچہ یہ تمنا خدا نے پوری فرمائی اور جمعۃ المبارک جسے والیوم الموعود و شاھد و مشھود کا بھی مصداق کہا گیا ہے۔ نمازِ جمعہ سے کچھ قبل شہادتِ حق کی دولتِ جاودانی سے سرفراز ہوئیں۔

عبادات میں انہماک زہد عن الدنیا کی یہ دولت انہیں اپنے والد ماجد اور بالخصوص اپنی والدہ ماجدہؒ سے ورثہ میں ملی تھی، وہ اپنی والدہ مرحومہ کی عبادات اور ریاضات کے وہ وہ حالات بیان کرتیں کہ رونگٹے کھڑے ہوجاتے۔ فرماتی تھیں ذی الحجہ اور محرم کے دس دس دن اور اس کے علاوہ ہر سال تین ماہ سات دن روزوں کا معمول تھا جسے تقریبًا زمانہ صحت میں مرحومہ نے بھی اپنایا۔

یہی حال دادی صاحبہ کا عبادات کے علاوہ دیگر اخلاقی قدروں میں بھی تھا۔ حیاء وعفت کا یہ عالم تھا کہ ان کی بینائی کسی تکلیف سے ۳۰/۲۵ برس قبل زائل ہوگئی۔ اندازہ یہ تھا کہ علاج اور اپریشن سے بینائی بحال ہوسکتی ہے اور پردے وغیرہ کا عارضہ بھی ہے۔

> سکراتِ موت کا انہیں بے حد ڈر تھا مگر یہ مرحلہ ایسے گذرا کہ کسی کو محسوس بھی نہ ہُوا کہ سوگئی ہیں یا وصال ہوگیا ہے۔

اس کے لیے حضرت والد ماجد مرحوم نے بارہا باصرار آمادہ کرنا چاہا مگر صرف اس وجہ سے آمادہ نہ ہوتیں کہ میں اپریشن وغیرہ کے دوران نامحرم مردوں کو کیسے مُنہ دکھاؤں، مجھے اُس دُنیا کی آنکھیں چاہئیں یہ دُنیا تو گذر ہی جائے گی۔

زندگی بھر مَیں نے کوئی نامناسب اور سخت جملہ اُن کی زبان سے نہیں سُنا نہ غُصّہ اور غضب میں ڈوب کر کوئی ناشائستہ بات زبان سے نِکلی۔ جب تک صحت اچھی تھی سحری سے اشراق تک مصلّی پر بیٹھ کر اپنے وظائف پورے کرنا اور پھر اس کے بعد آس پاس کے بچوں اور بچیوں کو قرآنِ کریم پڑھانا، پھر عصر کے بعد عشاء کے بعد تک اپنی عبادتوں میں مصروف رہنا اور

رات کو سونے سے قبل بچّوں بچّیوں کو دینی احکام، بزرگوں کے واقعات، عالمِ آخرت، برزخ، جہنّم، پُلصراط اور میدانِ محشر کی باتیں سنانا بھی کوزد شب تھے۔

جب ناچیز اپنے حقیر سے دینی جذبات اور احساسات پر غور کرتا ہے تو ان باتوں کی اوّلین مربیہ اپنی دادی اماں ہی کو پاتا ہے جو میرے بدوِ شعور رہی ہے۔ رات کو سونے سے قبل خدا اور رسول ؐ اور آخرت کی توں، جنّت و جہنّم کی تفصیلات، فرشتوں کے حالات، صحابۂ کرام ؓ ربزرگوں کے عجیب و غریب واقعات میں مجھے مگن کر دیتیں۔ یہ میری عمر تھی کہ میرا ذہن ان باتوں کا قطعی صحیح ادراک نہ کر سکتا اور میں حیرت لی وادیوں میں اپنے آپ کو گم پاتا۔ یہی نہیں بلکہ غزواتِ رسول ؐ اور فتوحاتِ مصر و شام اور کربلا کی داستانِ کرب و بلا کی اوّلین جھلکیاں اپنے دماغ میں اپنی دادی اماں ہی کے ذریعہ محسوس کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ عمل کی ہزار تہہ دامنی اور تہی دستی کے باوجود اگر دادی اماں مرحومہ نے بچپن سے معصوم دینی جذبات اور احساسات کا بیج دل میں نہ بویا ہوتا تو شاید عمل کے ساتھ ساتھ عقیدہ کی کتنی کوتاہیوں کا شکار ہوتا۔ وہ میرے دینی جذبات کی پہلی معلّمہ اور مربیہ تھیں، حق تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنّت نصیب کرے ؎

اتانی ھواھا قبل ان اعرف الھوٰی
فصادف قلباً خالیاً فتمکنا

خداوندِ قدیم نے مرحومہ اس عابدہ اور شاکرہ کو دنیا میں بھی آنکھوں کی ٹھنڈک سے نوازا یعنی حضرت شیخ الحدیث مرحوم جیسا فرزند دیکھا اور ان کی علمی و دینی برکات سے خوش ہو ہو کر اس دنیا سے گئیں۔

وہ مجھے فرماتی تھیں کہ وہ اور میرے دادا مرحوم آپس میں باتیں کرتے کہ ہم نے حضرت رحمہ اللہ کی شکل میں ایک پودا دین کے لیے لگایا ہے، کاش! یہ پودا ایک گلشن سرسبد بن جائے۔ اس پودے کو دادی صاحبہؒ نے خون پسینہ سے سینچا، اسکی آبیاری کی اور اسے اتنا سرسبز و شاداب بنا ہوا دیکھا کہ اس کے ثمرات ہزاروں فضلاء اور علماء جیسی روحانی ذرّیت کی شکل میں انہیں ملے جو انشاءاللہ اب عالمِ آخرت میں رہتی دنیا تک ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنیں گے۔

وفات کے وقت حضرت شیخ الحدیث مرحوم قومی اسمبلی کے اجلاس میں مصروف تھے، اطلاع ملنے پر شام کو گھر پہنچے، احقر راقم الحروف کراچی میں تھا ہفتہ کے روز رات کو گھر پہنچا، نمازِ جنازہ ہفتہ کے دن گیارہ بجے پڑھی گئی۔ بدقسمتی سے میں اس سعادت اور آخری دیدار سے محروم رہا۔ وفات کی خبر راتوں رات اکثر علاقوں میں پہنچ گئی، ریڈیو نے اس خبر کو رات کو اور پھر صبح کو نشر کیا، اخبارات میں بھی اطلاع آگئی۔ اکثر حضرات کا کہنا ہے کہ ایسا پُرشکوہ نورانی جنازہ اس علاقہ میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ ایک عجیب نورانی مخلوق، علماء و صلحاء، مشائخ و طلباء علوم دینیہ اور دیگر دیندار مسلمان فوراً پہنچ گئے۔ ہر شخص تجہیز و تکفین کی سعادت میں شریک ہونا چاہتا تھا۔ مقامی ٹاؤن کمیٹی اور شہریوں نے ہر طرح سے تعاون کیا، اکثر دکانیں بند رہیں۔

علماء و مشائخ کے علاوہ بے شمار عمائدین، شرفاء اور معززینِ ملک پہنچ گئے۔ بعد میں تعزیت کا سلسلہ بھی بے حد دراز رہا۔ تعزیت کے لیے آنے والوں میں گورنر سرحد، کئی وفاقی اور صوبائی وزراء، قومی و صوبائی اسمبلی کے ارکان، تعلیمی اداروں سے وابستہ حضرات بالخصوص پشاور یونیورسٹی کے جس کے وائس چانسلر سے لے کر اکثر شعبوں کے سربراہوں، پروفیسروں، لیکچراروں اور طلبہ نے بہت بڑی تعداد میں قدم رنجہ فرمایا۔ ملک بھر سے مدارسِ عربیہ بالخصوص فضلاءِ دارالعلوم حقانیہ نے ختمِ کلام پاک اور روحانی والدہ کے لیے ایصالِ ثواب و دعائے مغفرت کی اطلاعیں دیں، ملک بھر کے سرکردہ اکابرِ ملت نے دعاؤں سے نوازا۔

اللّٰھم نوّر قبرھا وبرّد ضریحھا
وامطر علیھا شآبیب الرحمۃ
والرّضوان الیٰ یوم القیٰمۃ۔
آمین یا الٰہ العالمین۔

چمن میں حسنِ گل و لالہ دیکھنے والو
گلوں میں عکسِ رخِ باغباں بھی ہوتا ہے